اشک ماتم

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء سید علی نقی نقوی صاحب قبلہ طاب ثراہ

اشکباری فطرت انسان بود
گریۂ مولود برقولم گواہ

دور قمری کا بارہواں مہینہ ختم ہو رہا ہے اور عنقریب ہلال محرم اپنے غم انگیز صحیفہ کو نظر عالم کے سامنے پیش کرنے والا ہے اس مہینہ کا سرنامہ جس رنج و مصیبت کے اخبار کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے اس کو ان اہل دل کے دل سے پوچھو جن پر وہ مصیبت اثر کیے ہوئے ہے اور یہ ہلال اپنی قوسی شکل کے ساتھ جس حزن وملال کے تیر لگاتا ہے اس کا اندازہ انہیں کو خوب ہے جن کے قلوب نشانہ بنے ہوئے ہیں۔کون سا عظیم واقعہ دنیائے اسلام میں ہوگیا اور کس کے خون ناحق سے زمین گلرنگ ہوئی اس کو زمین کے طبقات سے گذر کر آسمان سے پوچھ لو۔

یہ ہلال اپنی مختصر اور باریک ہستی میں جن طویل داستانوں کو لئے ہوئے ہے ان پر ہمیشہ چشم عالم خوں بار رہے گی یوں تو مسلمانوں پر منحصر نہیں، کفار بلکہ غیر ذوی العقول اس غم کے گھائل ہیں مگر مسلمانوں کے ایک خاص طبقہ میں جو شیعہ گروہ کے نام سے مشہور ہے اس غم کے کچھ ایسے آثار ہیں جو یقیناً حسین ابن علی کا اعجاز اور خدا کی قدرت کہے جانے کے مستحق ہیں۔

اہل دل انصاف سے کہیں کہ کسی قریب سے قریب تر عزیز کا غم بھی کیا چند سال سے زیادہ رہتا ہے؟ مگر اللہ رے مظلوم کربلا کے غم کی عظمت اور بقا کہ آج بارہ سو چوراسی برس گذرنے کے بعد بھی وہی اثر ہے جو سرنامۂ عہد میں تھا اِدھر تذکرۂ مصیبت ہوا اُدھر اہل دل کی آنکھ سے آنسو ٹپک پڑے لیکن کچھ بے حس افراد نام نہاد مسلمانوں میں سے ایسے بھی ہیں جو اس غم و رنج کے انتہائی مخالف اور اس واقعہ کی یادگار قائم کرنے سے حد سے زیادہ بیزار ہیں کبھی وہ تعزیہ کو بدعت کہہ کے اس غم کو مٹانا چاہتے ہیں اور کبھی گریہ وزاری کو حرام بتلا کے مصیبت کے اثر کو تہ خاک کرنا چاہتے ہیں مگر یاد رہے کہ اس غم کے اثر کو جناب باری نے باقی رکھنا چاہا ہے کسی کے مٹانے سے مٹ نہیں سکتا ؎

چراغے را کہ ایزد برفرو زد
کسش گریف کند ریشش بسوزد

چند سال سے برابر اخبار وجرائد کے ذریعہ سے ان تھک تبلیغی کوشش ہو رہی ہے کہ کسی طرح عزائے حسین زمانہ سے مٹ جائے اور اس مظلوم کا نام تک زبان خلق پر نہ آئے مگر ہم اس کو مشیت الٰہی سے مقابلہ سمجھتے ہیں اس لئے اس کوشش کے نقش برآب ہونے کا یقین ہے مگر غلط فہمی کا دفعیہ بھی ایک فرض ہوا کرتا ہے۔

اس بنا پر سال گذشتہ میں نے ایک اجمالی تبصرہ ضریح وتعزیہ وغیرہ بنانے کی حمایت میں تحریر کیا تھا اگر انصاف سے دیکھا جائے تو مطلب پر سے غبار ہٹانے کے لئے کافی ہے اور اس وقت میرا موضوع تحریر گریہ وزاری پر عقلی وشرعی نظر ہے میرے مضمون میں اپنے فرقہ کی کتاب کا حوالہ ناظرین کو نہ ملے گا جو کچھ منقولات میں سے ہوگا وہ اکابر اعلام سواداعظم کی کتابوں کا اقتباس ہوگا۔امید ہے کہ میری تحریر کو تمام اہل اسلام نظر انصاف سے دیکھیں گے اور اپنے نبیؐ کے نواسہ کی عزاداری کو مغالطہ انگیز تحریرات کی وجہ سے ترک نہ کریں گے۔اسی وجہ سے ہم اپنے اس مقالہ کو ماہ عزا کی آمد کے پہلے ہی ہدیہ ناظرین کیے دیتے ہیں تاکہ کسی مخالف کی غلط فہمی سے وہ متاثر ہوکر اس فریضہ میں کمی نہ کریں۔

وماعلینا الا البلاغ

گریہ فطری امر ہے

سب سے پہلے اس بات پر غور کرو کہ رنج ومصیبت کے اثر سے رو دینا یہ انسان کا اختیاری ہے تاکہ اس کے جواز وعدم جواز میں کلام کیا جائے یا ایک قہری چیز ہے اگر مشاہدات پر نظر کرو تو معلوم ہوگا کہ رنج ومصیبت یا تکلیف وشدت کے وقت آنسو بہانا یہ ایک فطری امر ہے جس کو تصنع اور بنوٹ سے کوئی لگاؤ نہیں ہے اور اس کی دلیل قوی اور برہان مستحکم وہ مطلب ہے جس کی طرف ہم نے شعر مندرج عنوان میں اشارہ کیا ہے اور توضیح اس کی یہ ہے کہ انسان جب شکم مادر سے متولد ہوتا ہے تو اس وقت اس کے تمام ملکات فطری ہوتے ہیں۔جو صنّاع کے پیدا کیے ہوئے ہیں اس وقت کوئی امر اس میں زائد از فطرت نہیں ہوتا کیونکہ اس وقت اس کے احساسات اسی پہلے مرتبہ ہوتے ہیں جو صانع نے اس میں ودیعت کردیئے ہیں نہ اس میں اتنی سمجھ ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کے اخلاق وعادات کو اچھا سمجھ کے ان کو اختیار کرے نہ اس میں اتنا شعور ہوتا ہے کہ وہ دنیاوی نیرنگ سے متاثر ہوکر اپنے کو تصنعات کا نمونہ بنائے کچھ بھی نہیں وہ نئی منزل میں ہے اور ابھی عالم وجود میں آیا ہے اس کو تو ابھی اس عالم کی ہوا تک سے وابستگی نہیں اور نہ اہل دنیا کی باتوں کو سمجھتا ہے بس اسی ذات کے اشارے پر اس کا ہر فعل ہے جو بطن مادر میں اس کو حد کمال تک پہنچا رہی تھی اور حجاب رحم میں اس کی صورت گری کر رہی تھی ہاں جوں جوں اس میں سمجھ آتی جاتی ہے اور ہوائے زمانہ اس میں اثر کرتی ہے اور ماں باپ اقربا کی باتیں رفتہ رفتہ اس کے دل نشین ہوتی ہیں اتنی ہی اس میں تصنعات کی قابلیت پیدا ہوتی ہے اور دوسروں کے اخلاق کو حاصل کرتا ہے اور باتوں سے اثر لیتا ہے الفاظ کے معانی کو سمجھ کے ان سے زبان کو حرکت دیتا ہے اور تکلم کرکے اپنے مافی الضمیر سے آگاہ کرتا ہے یہ بھی ابتداء میں چند الفاظ تک محدود ہوتا ہے وہ بھی بہت دقّت کے ساتھ رفتہ رفتہ دائرہ تلفظ وسیع ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ ایک وقت میں متکلم شیوا زبان کی حد پر پہنچتا ہے مختصر یہ ہے کہ خارجی امور سے اس کا تاثر اس وقت ہوجاتا ہے جب وہ کچھ دن اہل دنیا میں رہ کے ان کی باتوں سے مانوس ہوجاتا ہے مگر اس

کے قبل جس وقت وہ اس عالم میں نو وارد تھا تو اس کو اہل دنیا کی صورتوں سے وحشت ہوتی تھی نہ ان کی باتوں کے سمجھنے کی قابلیت تھی نہ ان سے تاثر کا مادّہ تھا ماننا پڑے گا کہ اس وقت جتنے افعال اس کے تھے وہ معلم قدرت کے بتائے ہوئے اور مدرس ازل کے سبق دیئے ہوئے تھے۔ اور وہی آثار وہ ہیں جو فطری کہے جانے کے قابل ہیں جن میں تعصب اور بنوٹ کو کوئی دخل نہیں ہے۔ جب یہ امر اچھی طرح ذہن نشین ہو چکا تو اب عالم کے ہر مولود پر نظر کرو دیکھو جب وہ شکم مادر سے متولد ہوتا تو چیخ کے روتا ہے اور اس کے بعد اس کی یہ عادت ہوتی ہے کہ ادھر اس کی کوئی خاطر شکنی ہوئی یا تکلیف پہنچی اور وہ رویا معلوم ہوا کہ سرنامۂ حیات انسانی میں قدرت نے اشکباری مقرر کردی ہے۔ اور یہی دلیل ہے اس کی کہ مصیبت و تکلیف کے وقت رودینا انسان کا فطری خاصہ ہے جس میں تصنع کو کوئی دخل نہیں ہے۔ لذت والم توابع مزاج سے ہے اور مزاج انسانی کا مقتضا ہی لذت و سرور کے وقت دندان تبسم کا ظاہر ہوجانا اور غم کے وقت جوئے اشک کا آنکھوں سے بہہ نکلنا یہ دونوں انسان کی طبیعت میں داخل ہیں مگر بُکا جس قدر فطرت انسانی سے وابستہ ہے اتنا ہنسی کا تعلق نہیں ہے مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ ہنستا کئی مہینہ کی عمر میں ہے مگر روتا ہے ولادت کے بعد پہلے ہی آن میں یہ اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ ہنسی میں کچھ ہوائے دنیا اور تصنعات کا شائبہ ہے مگر گریہ بالکل فطری امر ہے جس میں وہم بھی تصنع کا نہیں ہے اسی وجہ سے ہنسی کا روکنا کسی کسی چیز پر بہت آسان مگر رونے کا ضبط چنداں مشکل ہے اس کا سبب یہ ہے کہ خندہ اتنا فطرت میں داخل نہیں جتنا گریہ لہٰذا اس کے ضبط میں فطرت سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔

اب ذرا اس پر بھی ایک نظر کہ کیا انسان بغیر واقعی مصیبت کا اثر پڑے ہوئے روسکتا ہے اور اس میں تصنع کو کوئی دخل ہو بھی سکتا ہے۔ حکمائے طب کے تحقیقات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے انسان کے گوشہ ہائے چشم میں کچھ غدود ودیعت کررکھے ہیں جو رطوبت اشک کا سرچشمہ ہیں ادھر کسی تکلیف یا مصیبت کی شدت سے اس نظام دمعی کو رگڑ لگی اُدھر ان غدود نے اشک ریزی میں فیاضی شروع کی اس سے یہ بات اچھی طرح ثابت ہے کہ اشکوں کی روانی ایک مستحکم نظام کے ماتحت ہے جس کی زمام قدرتی اسباب کے ہاتھ میں ہے اور جب تک وہ سبب پیدا نہ ہوں وہ کسی اختیار انسانی سے وابستہ نہیں ہے معلوم ہوا کہ جب تک مصیبت کا واقعی اثر نہ ہو آنسوں کا بہنا ناممکن ہے اور اس میں تصنع و تکلف کو کسی قسم کا دسترس نہیں ہے اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ گریہ کے عدم جواز سے بحث کرنا کس علمی اصول کے تحت میں ہے حالانکہ غیر مقدور شے سے تکالیف کا تعلق نہیں ہوسکتا اثر لینے والے دل اور آنسو بہانے والی آنکھ کو دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی لہٰذا جو لوگ محبت حسینی کو اپنے دل میں جگہ دیئے ہوئے ہیں (جو بہ مقتضائے آیۂ: **قُل لا اسئَلُکُمْ علیه اجرًا الّا المودۃ فی القربیٰ** واجب ہے) اور اس محبت کو عشق کے اس درجہ پر پہنچائے ہوئے ہیں کہ جس کے آگے اپنے اہل و اقرباء و اولاد بلکہ اپنے نفس کی بھی محبت بے حقیقت ہے (اور یہ بھی بنص رسول مدار ایمان ہے

صحاح کی مشہور حدیث ہے کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا:
لا یؤمن احدکم حتّٰی اکون و اھلبیتی احبّ الیه من نفسه و ماله و ولده۔ تم میں کوئی شخص مرتبۂ ایمان کو نہیں پا سکتا جب تک کہ اس کے دل میں میری اور میرے اہلبیت کی محبت اس کی جان و مال و اولاد سے زیادہ نہ ہو) ذکر مصیبت کا اثر ہونا اور اس اثر سے آنسوؤں کا بہنا ایک قدرتی نظام ہے جس کو کوئی توڑ نہیں سکتا۔

ہمارے اس بیان سے واضح ہوگیا کہ آنسوؤں کا بہنا اور انسان کا گریہ کرنا ایسی بات نہیں ہے جس میں عدم جواز کا شبہہ بھی کیا جاسکے چنانچہ مشہور و مسلم الثبوت عالم ابن جوزی اپنی کتاب تلبیس ابلیس میں صوفیہ کی رد کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

یقولون لا یبکی علی ھالک و من یبکی علی ھالک خرج من طریقة اھل المعارف قال ابن عقیل وھذہ دعوے ترد علی الشرع وھی حدیث خرافة وتخرج عن العادة والطباع وانحراف عن المزاج المعتدل فینبغی ان یطلب العلاج بالا دویة المعدلة للمزاج فان اللّٰہ تعالیٰ اخبر عن نبی کریم فقال و ابیضت عیناہ من الحزن وھو کظیم وقال یااسفی علی یوسف وبکی رسول اللّٰہ عند موت ولدہ وقال ان العین لتدمع وقال واکرباہ وقالت فاطمة وا ابتاہ فلم ینکر وسمع عمر متمما اخامالک بن نویرہ یندب اخاہ ویقول شعر افقال عمر لیتنی اقول الشعر فاندب اخی زیداً فقال متمم لو مات اخی کما مات اخوک مارشیئه فقال عمر ماعزانی احد باخی کمثل تعزیتک وکل ماخوذ بالبلاء فلابد ان یتصدع فالمطالب بما یخرج عن الشرائع وینبو عن الطباع جاھل یطالب بجھل۔

ان لوگوں کا مقولہ ہے کہ کسی مرنے والے پر رونا نہ چاہئے اور جو کسی میت پر روئے وہ اہل معرفت کے طریقے سے نکل گیا۔ ابن عقیل نے کہا ہے کہ یہ ایسا دعویٰ ہے جو شریعت کے مخالف ہے اور یہ حماقت کا کلام ہے اور مقتضائے عادت اور لازمۂ فطرت کی مخالفت ہے اور مزاج معتدل سے انحراف ہے لہٰذا ایسی بات کہنے والے کو اپنے دماغ کا علاج کرنا چاہئے معدلہ دواؤں سے۔ دیکھو قرآن میں خدا نے ایک نبی کا تذکرہ کیا ہے کہ روتے روتے انکی آنکھیں سفید ہوگئیں اور انھوں نے کہا ہائے افسوس یوسف پر، رسالت مآبؐ اپنے فرزند ابراہیم کے انتقال کے وقت روئے اور فرمایا کہ آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور فرمایا واکرباہ اور جناب فاطمہ زہرا نے اپنے پدر بزرگوار کے ماتم میں فرمایا واابتاہ مگر کسی نے منع نہیں کیا اور حضرت عمر نے متمم کو اپنے بھائی مالک بن نویرہ کا نوحہ پڑھتے سنا تو کہا کہ کاش میں بھی شاعر ہوتا اور اپنے بھائی زید کا یوں ہی مرثیہ کہتا متمم نے کہا کہ اگر میرا بھائی یوں فرش خواب پر مرا ہوتا جیسا کہ تمھارا بھائی مرا تو میں مرثیہ اس کا نہ کہتا حضرت عمر نے کہا کہ کسی کے کلام سے مجھ کو ایسی تسلی نہیں ہوئی جیسے تیرے کلام سے ہوئی ہے اور جس پر مصیبت پڑے گی عادةً وہ بے چین ہووے ہی گا لہٰذا ایسی بات کا مطالبہ کرنے والا جو شرائع الٰہیہ کے خلاف اور فطرت انسانی سے خارج ہو

جاہل ہے جو جاہلانہ مطالبہ کرتا ہے۔

بے شک جیسا کہ ابن جوزی نے کہا ہے رسالتمآبؐ کے فعل اور نیز صحابہ و تابعین کے فعل سے گریہ کا جواز بہت اچھی طرح ثابت ہے اور اگر کتب سیر و تواریخ پر نظر کی جائے تو اس میں کوئی شبہ نہیں باقی رہ سکتا۔

فعل رسولؐ

خود رسالتمآبؐ وقت مصیبت میں بے چین ہو کر روئے ہیں اور باآواز بلند گریہ فرمایا ہے جن میں سے ایک موقع یہی ہے جس کا تذکرہ ابن جوزی نے کیا ہے کہ جب آپ کے فرزند ابراہیم کا وقت احتضار تھا تو حضرت رو رہے تھے اور فرما رہے تھے: **واکرباہ**۔ اور کبھی فرماتے تھے: **ان العین لتدمع**۔ اے ابراہیم تم پر رونے میں آنکھیں فیاضی کرتی ہیں۔

دوسرا موقع وہ ہے جو علی بن برہان الدین شافعی محدث نے انسان العیون میں تحریر کیا ہے:

عن ابن مسعود ما رأینا رسول اللہ باکیا اشد من بکائہ علی حمزۃ وضعہ فی القبلۃ ثم وقف علی جنازتہ وانتحب حتی نشع ای شھق حتی بلغ بہ الغشی یقول یاعم رسول اللہ واسد رسولہ یا حمزۃ یا فاعل الخیرات یا حمزۃ یا کاشف الکربات یا ذاب بالذال المعجمۃ ای یا مانع عن وجہ رسول اللہ۔

ابن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے رسالتمآبؐ کو کبھی اتنی شدت سے روتے نہیں دیکھا جیسا حضرت حمزہؓ پر روئے تھے قبلہ رخ لاش کو رکھا پھر حضرت قریب لاش کے کھڑے ہوئے اور ایک چیخ ماری یہاں تک کہ غش آ گیا اور حضرت یوں نوحہ پڑھ رہے تھے: اے رسول خدا کے چچا، اے خدا و رسول کے شیر، اے حمزہ، اے نیک باتوں کے کرنے والے، اے دین پر سے مصیبتوں کے دور کرنے والے، اے رسول سے دشمنوں کو ہٹانے والے اور مدد کرنے والے۔

تیسرا مقام مشکوٰۃ میں صحیح مسلم سے منقول ہے:

عن ابی ھریرہ زار النبی قبر امہ فبکیٰ وابکیٰ من حولہ۔

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت رسولؐ نے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اور خود بھی روئے اور اپنے گرد کے لوگوں کو بھی رلایا۔

اگرچہ سابق کی دونوں حدیثوں سے کسی مصیبت کے وقوع پر جواز گریہ ثابت ہو چکا تھا مگر یہ حدیث اس بات کو بتلاتی ہے کہ کسی عرصہ دراز کی گذشتہ مصیبت کو یاد کر کے بھی رونا جائز ہے بلکہ دوسروں کو رلانا بھی جائز ہے اس سے مجلس عزا کی مشروعیت پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔

جس طرح خود رسالت مآبؐ کے فعل سے رونے کا جواز ثابت ہے اسی طرح دوسروں کو روتے دیکھ کر رسول کا نہ منع کرنا بلکہ منع کرنے والے کو روکنا بھی منقول ہے، دیکھو جامع الاصول میں ہے:

مات میت من آل محمد فاجتمع النساء یبکین علیہ فقام عمر ینھا ھن ویطردھن فقال

رسول اللّٰہ دعھن یا عمر فانّ العین دامعة والقلب مصاب والعھد قریب۔ اخرجه النسائی۔

اہلبیت رسول میں کوئی موت ہوگئی تو تمام عورتیں جمع ہوکے گریہ وزاری کرنے لگیں حضرت عمر نے کھڑے ہوکر سب کو منع کرنا اور روکنا شروع کیا جس پر حضرت رسول نے فرمایا چھوڑ دے ان کو اے عمر کیونکہ آنکھیں روتی ہی ہیں اور دل دکھتا ہی ہے اور ابھی تو زمانۂ مصیبت کچھ دور بھی نہیں ہوا ہے اس کو نسائی نے روایت کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رونے والوں کو جب منع کرر ہے تھے تو رسالت مآب کو ناگوار ہوا اور آپ نے منع کیا اگر گریہ کسی حیثیت سے ناجائز ہوتا تو کبھی حضرت رسول اس کو گوارہ نہ فرماتے کم ازکم خود ممانعت نہ کی تھی تو ممانعت کرنے پر سکوت فرماتے برخلاف اس کے آپ نے ممانعت سے روکا جو جواز کی دلیل صریح ہے بلکہ واقعات تو یہاں تک بتلاتے ہیں کہ خود حضرت رسولؐ نے گریہ وزاری پر آمادہ کیا ہے اور حث وترغیب کی ہے چنانچہ مطالب المومنین اور تفسیر کبیر میں محمد بن ابی جعفر سے نقل ہے:

قال قدم علینا رجل من الانصار فحدثنا من حدیثه انّ رسول اللّٰہ مرّ ببنی اسد وھم یندبون قتلاھم یوم احد فقال لکن حمزة لا بواکی له قالت النساء فخرجنا حتی اتینا رسول اللّٰہ فندبنا حمزة ورسوله اللّٰہ فی البیت حتی سمعنا تسبیحه فارسل الینا قد اھبتم او قد احسنتم قال السرخنی انما قال ذالک لانّ حمزة کان سید الشھداء یومئذٍ ولکنّه غریبا فرثاه رسول اللّٰہ وفی المغازی انّ سعید بن معاذ وسعد بن عبادة ومعاذ بن جبل لما سمعوا ذالک جاء وابنساء قومھم الیٰ بیت رسول اللّٰہ یندبن حمزة حتی نام ومن ذالک جری الرسم بالمدینة اذا مات احد یبتدؤن بالبکاء علی حمزة۔

محمد بن ابی جعفر کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک شخص انصار میں سے آیا اس نے منجملہ اور احادیث کے ایک بات یہ بیان کی کہ رسالت مآبؐ کا گذر بنی اسد کی طرف ہوا اس وقت وہ اپنے مقتولین جنگ احد پر رورہے تھے حضرت نے فرمایا افسوس حمزہ پر کوئی رونے والا نہیں ہے عورتیں کہتی ہیں کہ ہم اپنے گھروں سے نکل کے خانۂ حضرت رسول میں آئے اور ہم نے حمزہ پر نوحہ وگریہ کیا اس وقت رسالت مآبؐ گھر میں موجود تھے اور ہم ان کی تسبیح کی آواز سن رہے تھے آپ نے ہمارے پاس پیغام بھیجا کہ تمہارا بڑا احسان ہوا سرخنی کہتا ہے کہ حضرت نے یہ افسوس اس لئے کیا تھا کہ حمزہ اس دن سید الشہداء تھے مگر عالم مسافرت میں انتقال ہوا تھا تو رسالت مآبؐ نے مرثیہ پڑھوایا اور کتاب مغازی میں ہے کہ سعید بن معاذ اور سعد بن عبادہ اور معاذ بن جبل نے جب یہ سنا تو اپنے گھرانے کی عورتوں کو خانہ حضرت رسول میں لائے اور انھوں نے حمزہ پر نوحہ کیا اور اس دن سے مدینہ میں یہ رسم جاری ہوگئی کہ جب کوئی مرتا تھا تو پہلے حمزہ پر گریہ وزاری کرتے تھے۔

غور کے قابل یہ بات ہے کہ حمزہ نے

مسافرت میں انتقال کیا تھا اور کوئی رونے والا نہ تھا تو انصار کی عورتوں سے حضرت رسولؐ نے گریۂ وبکاء اور نوحہ کرایا اور یہ رسم جاری ہوگئی کہ کسی عزیز کی موت میں پہلے حمزہ پر نوحہ کرتے تھے تو پھر اگر ہم کسی مظلوم کے عالم مسافرت میں مرنے پر اور اس کے اعزا کے نہ روسکنے پر خود گریۂ وزاری کریں تو کونسا محل طعن ہے۔

صحابۂ کبار کی سیرت

اور عامۂ اہل اسلام کا فعل جن میں بڑے بڑے صحابہ وتابعین داخل ہیں اس پر گواہ ہے خصوصاً رسالت مآبؐ کے بعد اصحاب کی بے چینی اور بے قراری بلکہ بدحواسی سے کتب سیر وتواریخ پُر ہیں۔ انسان العیون میں ہے کہ جب حضرت رسولؐ کا انتقال ہوا تو بلال نے اذان چھوڑ دی اور ایک زمانہ تک شام میں مقیم رہے خواب میں جناب رسالت مآبؐ کو دیکھا کہ فرماتے ہیں اے بلال تم نے ہماری حق کشی کی اور ہمارے جوار کو چھوڑ دیا جاؤ ہماری زیارت کو فوراً بلال خواب سے بیدار ہوئے اور مدینہ کی طرف روانہ ہوئے جب مدینہ پہنچے لوگوں نے ان کا استقبال کیا اور وہ قبر نبی پر آئے اور اس پر رونا شروع کیا اور حسنینؑ کو گود میں لیا اس کے بعد تمام اہل مدینہ نے اصرار کیا کہ وہ اذان دیں جب وہ اذان کے لئے کھڑے ہوئے تو تمام اہل مدینہ جمع ہوگئے اور عورتیں اذان سننے کے لئے گھروں سے نکل پڑیں پس جب اللہ اکبر کہا تو مدینہ آواز گریہ سے ہلنے لگا اور جب کہا **اشھدان لا الٰہ الا اللّٰہ** تو ایک شور رونے کا بلند ہوا اور جب **اشھد انّ محمدا رسول اللّٰہ** کہا تو کوئی ذی روح ایسا نہ تھا جو رویا نہ ہو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آج ہی رسول کا انتقال ہوا ہے۔ اور اس کے بعد اسی کتاب میں ہے کہ ابوعبیدہ اور معاذ بن جبل تمام صحابہ سے زیادہ روتے تھے اور دیر تک رویا کئے آخر میں حضرت عمر نے کہا کہ بس بس رونا موقوف کرو خدا رحمت تمہارے شامل حال کرے اس لئے معلوم ہوا کہ صحابہ گریۂ وزاری کو حرام نہ سمجھتے تھے بلکہ حضرت عمر تو رسالت مآبؐ کی وفات سے اتنے بدحواس اور منتشر ہوئے کہ آیہ **انّک میت وانھم میتون** کا بھی خیال نہ رہا اور خبر وفات رسول سن کے بیان کرنے والے پر تلوار کھینچ لی کہ ایسا نہیں ہوسکتا جب حضرت ابوبکر نے آیت مذکورہ یاد دلائی تو خیال ہوا اور شاہ عبدالعزیز دہلوی ان لوگوں کی رد کرتے ہوئے جو اس واقعہ کو حضرت عمر کی جلالت کے منافی بتلاتے ہیں اپنی کتاب تحفۂ اثناعشریہ میں رقم طراز ہیں:

''ایں طرف طعنے است کہ شخصے بسبب کمال محبت رسولؐ از مفارقت آنجناب و مشاہدۂ شدت مرض آں عالی قباب مدہوش وذاہل شدہ کہ از عقل خود رفت و اورا آں وقت نام خود ونام پدر خود یاد نماند واز موت وحیات خود خبر نداشت واز راہ مدہوشی وبے خبری بسبب کمال محبت انکار موت پیغمبر نمود اور ابا یدہدف سہام طعن خود ساخت ؎

چشم بداندیش پراگندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

از آیات قرآنی اکثرے را در حالت غم وحزن وجزع وفزع غفلتہا واقع می شود بحکم

بشریت جائے طعن نمی باشد۔

یہ عبارت علامۂ دہلوی کی واضح کررہی ہے کہ افراط حزن وغم کی وجہ سے بیتابی اور بدحواسی مقتضائے بشریت اور نا قابل ملامت ہے اور یہی ہمارا مطلوب ہے پس جو لوگ محبت امام حسینؑ کی وجہ سے ان کے مصائب سن کے بے چین ہو جاتے ہیں اور منتہائے رنج وغم میں آثار جزع وفزع ان سے ظاہر ہوتے ہیں وہ کسی طرح مورد ملامت نہیں ہو سکتے اور نہ ان کا یہ فعل ناجائز ہے بلکہ چونکہ یہ کاشف ہے اس از یاد محبت سے جو بنص رسولؐ اہلبیتؑ کے ساتھ رکھنا واجب ہے بلکہ مدار ایمان ہے لہٰذا جتنی یہ بے چینی اور بے تابی زیادہ ہو اتنی ہی جلالت قدر اور وفور ایمان پر روشنی ڈالے گی افسوس ہے ان کور باطن افراد پر جو اپنی تنگ خیالی کی وجہ سے اس پر طعنہ زن ہوں۔

چشم بداندیش پراگندہ باد
عیب نماید ہنرش درنظر

اور وفات رسالت مآبؐ کی مصیبت سے مخصوص نہیں ہے بلکہ مختلف مصیبتوں کی وجہ سے یا سابق کی مصیبت کو یاد کر کے صحابہ کا رونا بہت سے کتب تاریخ واحادیث میں موجود ہے۔صحیح بخاری میں ہے:

عن سعيد بن ابراهيم عن ابيه ابراهيم انّ عبدالرحمٰن بن عوف اتى بطعامٍ و كان صائما فقال قتل مصعب بن عمر وهو خير منى كفن فى بردة ان غطى راسه بدت رجلاه و ان غطى رجلاه بدا راسه قال و قتل حمزة وهو خير منى ثم بسط لنا من الدنياء ابسط او قال اعطينا من ما اعطينا وقد خشينا ان عجلت حسناتنا فى الدنيا حتى ترك الطعام ثم جعل يبكى۔

سعد بن ابراہیم نے اپنے باپ ابراہیم سے نقل کیا ہے کہ عبدالرحمن بن عوف کے سامنے کھانا لایا گیا اور اس دن وہ روزہ سے تھے انھوں نے کہا کہ افسوس مصعب بن عمر قتل ہوئے جو مجھ سے بدر جہا بہتر تھے اور ان کو انہیں کی چادر میں کفن دیا گیا کہ اگر سر ڈھانکا جاتا تھا تو پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر پاؤں چھپائے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا اور حمزہ قتل ہو گئے وہ بھی مجھ سے بہتر تھے پھر ہم کو دنیا کی نعمتیں ملیں اور ہم اس سے متمتع ہوئے۔اور پھر ہم دنیا کی طرف رغبت کرتے ہیں اور اس کی جدائی سے ڈرتے ہیں یہاں تک کہ کھانا چھوڑ دیا اور دیر تک رویا کئے۔

اور کنز العمال میں حضرت عائشہ سے روایت ہے:

كان ابوبكر اذا ذكر يوم احد بكى۔

حضرت ابوبکر جب جنگ احد کو یاد کرتے تو روتے تھے۔

ان تمام اخبار واحادیث رسولؐ اور نیز صحابۂ رسولؐ کی گریۂ وزاری کے واقعات پر نظر کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی مصیبت پر نوحہ وزاری کرنا مقتضائے فطرت اور سیرت رسولؐ ہے۔

عدم جواز بکا کے مستند پر ایک نظر

اب ہم عدم جواز بکا کے مستند پر ایک نظر کرنا

چاہتے ہیں اور وہ صحیح بخاری کی چند حدیثیں ہیں جن میں حضرت عمر سے منقول ہے کہ رسالت مآب نے فرمایا:

ان المیت لیعذب ببکاء اهله علیه۔

میت پر اس کے اقربا کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔

اور کسی روایت میں یوں ہے کہ:

ان المیت لیعذب ببکاء الحی۔

گھرانے والوں کے رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے۔

لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ روایتیں کسی طرح قابل تمسک نہیں ہیں اس لئے کہ اسی طرح صحیح بخاری میں خود حضرت عائشہ کا قول منقول ہے کہ رسالت مآبؐ نے کبھی یہ فرمایا ہی نہیں کہ ہر میت پر اس کے اہل کے رونے سے عذاب ہوتا ہے چنانچہ صحیح بخاری باب انّ المیت لیعذب بکاء اهله میں یہ حدیث بایں الفاظ ہے جس کا ضروری اقتباس درج کیا جاتا ہے:

لما اصیب عمر دخل صهیب یبکی یقول وا اخاه وا صاحباه فقال له عمر یا صهیب اتبکی علیّ وقد قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم انّ المیّت یعذب بعض بکاء اهله علیه قال ابن عباس فلمّا مات عمر ذکرت ذٰلک لعائشه فقالت یرحم اللّٰہ عمر و اللّٰہ ما حدّث رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ان اللّٰہ یعذب المومن ببکاء اهله علیه ولکنّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال ان اللّٰہ لیزید الکافر عذابا ببکاء اهله علیه وقالت حسبکم القرآن ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ قال ابن عباس عند ذالک واللّٰہ هو اضحک وابکیٰ۔

جب حضرت عمر زخمی ہوئے ہیں صہیب روتے ہوئے آئے اور یہ کہتے تھے ہائے بھائی ہائے میرے ساتھی یہ سن کر عمر نے کہا اے صہیب تم مجھ پر روتے ہو حالانکہ میت معذب ہوتی ہے اس کے اہل کی گریہ وزاری سے، ابن عباس کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر کا انتقال ہوگیا تو میں نے اس کا تذکرہ حضرت عائشہ سے کیا انھوں نے کہا خدا عمر پر رحم کرے بخدا رسالت مآبؐ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ خدا مومن پر عذاب کرے گا اس کے اہل کے رونے سے بلکہ حضرت رسول نے فرمایا ہے کہ خدا کافر کے عذاب کو اس کے اہل کے رونے کی وجہ سے زیادہ کرتا ہے دیکھو تمہارے سمجھنے کے لئے قرآن کافی ہے کہ ایک شخص دوسرے کے بوجھ کا ذمہ دار نہیں ہے ابن عباس نے کہا کہ اور خدا ہی نے ہنسایا اور رلایا ہے۔

اور واقعی اگر نظر کی جائے تو حضرت عمر کی یہ روایت بالکل اصول عقل و نص آیت کے خلاف ہے اس لئے کہ اگر اہل وعیال میت کے روتے ہیں تو اس میں میت کا کیا قصور فعل کسی کا اور عذاب کسی پر یہ بالکل عدل جناب باری کے خلاف ہے قرآن مجید اس پر نص کرتا ہے: لا تزر وازرۃ وِزر اُخریٰ۔ کوئی شخص دوسرے کے بار گناہ کا متحمل نہیں ہوسکتا اور دیگر آیات اس کے موئید ہیں۔ وماتجزی کل نفس اِلّا بماتسعی۔ اور لیس

للانسان الّا ما سعیٰ۔ مختصر یہ ہے کہ یہ روایت اگر مان لی جائے تو عقل ونقل دونوں کی تکذیب لازم آئے گی اور پھر ظاہر ہے کہ حضرت ام المومنین حضرت عمر سے بہت زیادہ رسالت مآبؐ سے معاشرت رکھنے والی اوران کے اقوال وہدایات سے واقف تھیں ان کا قول حضرت عمر کے قول سے زیادہ باوقعت ہے۔ اسی طرح ابن عباس نے اس روایت میں جس آیت سے تمسک کیا ہے وہ بھی کچھ کم قوی نہیں ہے خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: انّہ ھوا اضحک وابکی۔ خدا ہی (اسباب فرح وسرور پیدا کرکے) ہنساتا ہے اور وہی (رنج ومصیبت ڈال کے) رلاتا ہے معلوم ہوا کہ گریہ وخندہ اورحزن وسرور انسان کا منجانب اللہ ہوتا ہے لہٰذا اس پر انسان کے لئے کوئی سزا مترتب نہیں ہوسکتی۔

اس کے علاوہ دیگر صحابہ وتابعین کے تصریحات بھی اس کے خلاف ہیں اور اس روایت کو پایہ اعتبار سے ساقط کرتے ہیں۔ جامع کبیر میں جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے:

عن عبداللّٰہ بن عکرمہ قال عجبا بقول الناس انّ عمر بن الخطاب نھی عن النوح ولقد بکی علی خالد بن الولید بمکۃ والمدینۃ نساء بنی المغیرۃ ملبعا یشققن الجیوب ویضربن الخدود واطعموا الطعام حتی مضت وما نھاھن عمر۔

عبداللہ بن عکرمہ کا قول ہے کہ تعجب ہے لوگوں کے اس قول سے کہ حضرت عمر نے نوحہ وگریہ سے منع کیا ہے حالانکہ خالد بن ولید پر مکہ ومدینہ میں بنی مغیرہ کی عورتیں سات دن تک رویا کیں اس طرح کہ گریباں چاک کرتی تھیں اور منہ پر طمانچہ لگاتی تھیں اور کھانا تقسیم کرتی تھیں مگر حضرت عمر نے منع نہیں کیا۔

پھر اس روایت پر کیونکر عمل ہوسکتا ہے کیونکہ یہ آیات قرآنیہ ومقتضائے عقل کے بھی مخالف ہے اور سیرت رسول وصحابہ وتابعین پر بھی منطبق نہیں ہوتی۔

معلوم ہوا کہ گریۂ وزاری کی ممانعت کرنا اور اس کو حرام کہنا درحقیقت احادیث وسیروتواریخ سے غفلت کا نتیجہ ہے یا صرف کسی مظلوم کے غم کے مٹانے کا ایک آلہ کار ہے۔ وسیعلم الذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون۔

❁❁❁